مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

برصغیر کے علماء اور ان کی خدمات

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وعلی آلہ وصحبہ وحملۃ ملتہ واولیاء امتہ اجمعین

امابعد

اللہ جل شانہ کی آخری کتاب جو اس نے اپنے حبیب پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی اور جو عالم انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے یعنی قرآن مجید سب جانتے ہیں کہ اس وحی ربانی کا آغاز سورۃ العلق کے نزول سے ہوا۔ جس کی ابتدا ہی ان مبارک الفاظ میں ہوتی ہے :-

اقرأ باسم ربك الذي خلق ۰ خلق الانسان
من علق ۰ اقرأ وربك الاكرم ۰ الذي علم
بالقلم ۰ علم الانسان ما لم يعلم ۰

یعنی اللہ کی صفت خالقیت اور ربوبیت کے بعد سب سے پہلے انسان کو اس کی جس صفت سے روشناس کرایا گیا وہ صفت تعلیم ہے۔ اللہ جل ذکرہ نے انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا اور اس کو سکھانے کا ذریعہ قلم کو بنایا۔ انسان اور حیوان میں فرق ہی تعلیم کا ہے۔ تمام حیوانات ماں کے پیٹ سے جو کچھ سیکھ کر آتے ہیں مرتے دم تک اس میں اضافہ نہیں ہوتا۔ لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے قلم کے ذریعہ وہ تعلیم دی ہے کہ

برابر اس کی معلومات میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک میں جس دُعا کی ہدایت کی گئی ہے وہ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

ہے۔ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا تعارف انھی لفظوں میں کرایا ہے کہ

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا میں تو معلّم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ مطلوب و محمود علم، علمِ نافع ہے۔ ادعیۂ مسنونہ میں جہاں یہ آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علمِ نافع کی دُعا مانگی ہے۔ چنانچہ آپ کی دُعا کے الفاظ ہیں :-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا ، اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَ عَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ

اے اللہ! میں تجھ سے علمِ نافع کو مانگتا ہوں۔ اے اللہ جو تو نے مجھے سکھایا ہے اس سے مجھے نفع دے اور جو مجھے نفع بخشے اسی کی مجھے تعلیم دے۔

وہیں حدیث میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ

اے اللہ میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

غرض یہ ہے کہ جس امت کو آغاز وحی ہی میں تعلیم کی اہمیت سے رُوشناس کرایا گیا اور جس کے نبی نے ہمیشہ علمِ نافع کی تحصیل پر امت کو متوجہ کیا۔ اس امّت کو علمِ نافع سے جو قدرتی لگاؤ اور تعلق ہونا چاہیے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت کے قدم جس خطۂ زمین پر جم گئے وہ علمِ نافع کی ضیا پاشیوں سے بقعۂ نور بن گیا۔ دنیا میں جہاں جہاں اسلام پھلا پھُولا ہے وہاں کی تاریخ کا ہر ورق ہمارے اس دعوے کا شاہد عدل ہے۔ دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ برصغیر ہندو پاک میں مسلمانوں کے علمی کارناموں پر نظر ڈالیے۔ یہاں کے اہلِ علم نے علوم و فنون کی کون سی شاخ ہے جس میں قابلِ قدر خدمات انجام نہ دی ہوں۔

مؤرخین میں باہم اختلاف ہے کہ سب سے پہلے اسلام میں کس نے تصنیف کی۔ بعض اس سلسلے میں اولیت کا سہرا امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی المتوفی ۱۵۰ھ کے سر رکھتے ہیں۔ اور بعض حافظ سعید بن ابی عروبہ البصری المتوفی ۱۵۶ھ کے۔ چناں چہ محدث خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ نے اس سلسلہ میں ان ہی دونوں حضرات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن خطیب سے بھی ایک سو سال پہلے حافظ ابو محمد حسن بن خلاد رام ہرمزی (المتوفی بعد ۳۶۰ھ) جنھوں نے فن اصولِ حدیث پر سب سے پہلے ایک مفصل اور مبسوط کتاب المحدث الفاصل بین الراوی والواعی لکھی ہے، محدّث ربیع بن صبیح المتوفی ۱۶۰ھ کی بابت یہی تصریح کر چکے ہیں۔ یہ ربیع بن صبیح کون ہیں؟ شیخ محدث محمد طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار نے اپنی کتاب "المغنی فی ضبط الاسماء فی لفظ صبیح" کا ضبط بیان کرتے ہوئے ان کے متعلق یہ مختصر سے دو جملے لکھے ہیں جن سے ان کا پورا پورا تعارف ہو جاتا ہے:

هو ابو حفص سمع الحسن وعنه الثوری مات بالسنده

یعنی یہ امام حسن بصری کے شاگرد اور امام سفیان ثوری کے استاد ہیں اور سندھ کی خاک میں آسودہ ہیں۔ فن رجال کے عالم جانتے ہیں کہ ان ہی دو لفظوں میں ان کی عظمت کی تصویر آنکھوں کے سامنے آگئی۔ کتبِ اسماء الرجال میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ ا

"اسلام کے ابتدائی دَور کے مشہور مصنفین سفیان بن عُیینہ، امام مالک، عبداللہ بن وہب، معمر، عبدالرزاق، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، ہشیم اور عبداللہ بن مبارک ان سب حضرات نے ان ہی کے بعد اپنی اپنی تصنیفات قلم بند کی ہیں۔"

یہ وہ دَور ہے کہ جب مصنفین اسلام کے پیشِ نظر قرآن وحدیث کی بنیادی تعلیمات کا انضباط اور اس کے معنی کی تدوین تھی۔ علوم آلیہ یعنی لُغت، نحو، صرف، بلاغت

ا ملاحظہ ہو کشف الظنون، فصل رابع، اشارہ ثالثہ

وغیرہ کی تدوین اس کے بعد عمل میں آئی ہے۔

اسی دَور میں ایک اور سندھی عالم ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی بھی گزرے ہیں جن کی وفات سنہ ۱۷۰ھ میں دارالخلافہ بغداد میں ہوئی اور خود امیرالمؤمنین ہارون رشید نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ یہ علم حدیث کے حافظ اور مغازی و سیر کے امام ہیں۔ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں ان کی کتاب المغازی کا ذکر کیا ہے۔

بلکہ ان سے بھی پہلے امام مکحول شامی کی نسبت جن کا شمار کبار تابعین میں ہے اور جو امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی دونوں کے اُستاذ ہیں۔ ان کے متعلق حافظ ابن حبان کی کتاب الثقات میں ہم کو یہ تصریح ملتی ہے کہ

"مکحول بن عبداللہ ابوعبداللہ کان ھندیا" [1]

امام مکحول کا سنہ وفات سنہ ۱۱۳ھ ہے۔ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں ان کا ذکر فقہاء المحدثین واصحاب الحدیث کے زیر عنوان کیا ہے۔ اوران کی تالیفات میں یہ دو کتابیں ذکر کی ہیں:۔

(۱)۔ کتاب السنن فی الفقہ اور (۲)۔ کتاب المسائل فی الفقہ۔

ابن ندیم کی مذکورہ بالا تصریح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کے پہلے مصنفین کے سلسلہ میں خطیب بغدادی اور رامہرمزی نے جن لوگوں کے نام لیے ہیں ان کا تعلق خود ان کی معلومات کی حد تک ہے ورنہ اسلام میں تصنیف کا آغاز ان حضرات سے بھی پہلے ہو چکا تھا۔ اس سلسلے میں بعض تفصیلات ہم نے اپنی کتاب "امام ابن ماجہ اور علم حدیث" میں ذکر کی ہیں۔

شعر و عربیت کے لحاظ سے ابوعطاء السندی کا جو مقام ہے اس سے ادب کا ہر وہ طالب علم جس نے ابوتمام کی کتاب الحماسہ کا مطالعہ کیا ہے واقف ہے۔ دیوان الحماسہ میں جا بجا اس کے اشعار کا انتخاب موجود ہے۔ ابوعطاء کا شہر مخضرمین الدولتین میں ہے

---

[1] مقدمہ تنسیق النظام فی مسند الامام، صفحہ ۸۵

کیونکہ اس نے خلافت اموی و عباسی دونوں کا زمانہ پایا ہے اور اموی و ہاشمی دونوں خلفاء کی مدح کی ہے۔ابو عطاء سندھی کا انتقال ۱۸۰ھ میں ہوا ہے۔مؤرخ ابن شاکر کتبی نے فوات الوفیات میں اس کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ بعد کے دور میں سرزمین سندھ سے بڑے بڑے علماء، فقہاء اور حفاظِ حدیث نکلے، جن میں سے بعض کا تذکرہ حافظ سمعانی نے کتاب الانساب میں الدیبلی کے ضمن میں کیا ہے۔جن حضرات کو ان مشاہیر اہلِ علم کا تفصیل سے جائزہ لینا ہو وہ مولانا سید عبدالحی لکھنوی کی مشہور کتاب "نزہۃ الخواطر" کی جلد اول اور اطہر مبارک پوری کی "رجال السند والہند" کا اس سلسلے میں مطالعہ فرمائیں یہ دونوں کتابیں اس موضوع کی جامع ترین کتابیں ہیں۔

تاہم اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ ابتدائی چند صدیوں میں برصغیر ہند و پاک کو علمی حیثیت سے یہ مقام حاصل نہ ہوسکا کہ جس طرح اور بلادِ اسلامیہ کی طرف اس زمانے میں تشنگانِ علمِ نبوی تحصیل علم کی غرض سے سفر کیا کرتے تھے، اس کی طرف بھی کرتے، اور یہی وجہ ہے کہ محدثین اور اربابِ روایت نے جس طرح ان شہروں کی تاریخ میں مستقل کتابیں لکھی ہیں کہ حدیث و روایت کا غیر معمولی چرچا تھا اور حفاظ و مسندین اور مشاہیر اہلِ علم کی کثیر تعداد وہاں موجود تھی اور اس لیے لوگ دُور دراز کا سفر کرکے سماعِ حدیث کے لیے وہاں پہنچتے تھے۔اس طرح ہند و سندھ کی تاریخ پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی۔اور یہ سب اس لیے ہوا کہ اس دَور میں برصغیر کی وہ علمی حیثیت نہ تھی جو اس زمانے میں دیگر ممالک عجم فارس، خراسان اور ماوراء النہر کی تھی۔

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد پہلی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔شروع شروع میں ان کے قدم سندھ اور ملتان کی حدود سے آگے نہ بڑھے پھر ایک زمانہ تک سندھ مرکز سے کٹا رہا اور ملتان میں باطنیوں کا اقتدار قائم ہوگیا۔ ۳۹۰ھ سے سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ کی توجہ ہند کی طرف ہوئی اور رفتہ رفتہ ہندوستان کا مغربی حصہ اسلام کے زیرِ اثر آتا چلا گیا۔ ۵۸۷ھ میں شہاب الدین محمد غوری نے اجمیر کو فتح کیا۔ اس وقت تک ہندوستان سلطنتِ غزنی کے تابع تھا۔

شہاب الدین غوری کے بعد قطب الدین ایبک نے ۵۸۹ھ میں لاہور کی بجائے دلّی کو ہند کا دارالسلطنت قرار دیا اور اس وقت سے لے کر ۱۲۷۳ھ تک ہندوستان میں مسلمانوں کا پرچم لہراتا رہا۔

دلّی کے دارالسلطنت ہونے کے بعد یہاں مسلمانوں کے قدم جم گئے اور اس سرزمین میں اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقعہ ملا۔ اس عرصہ میں سرزمین ہندو پاک میں کیسے کیسے نامی گرامی عُلماء اُٹھے، انھوں نے کیا کیا علمی خدمات انجام دیں، مدارس کے قیام کی کیا صورت رہی، نصاب تعلیم کیا کیا رہا، تعلیم و تربیت کا نظام کس اُصول پر چلتا رہا کیسی کیسی بیش قیمت تصانیف مختلف علوم و فنون میں مدون ہوتی رہیں۔ ان میں سے ہر ایک تفصیل سے گفتگو کرنے کے لیے دفتر کے دفتر درکار ہیں اور خُدا کا شکر ہے کہ ہمارے علماء نے ان میں سے ہر ایک موضوع پر بڑی ضخیم کتابیں تیار کر دی ہیں۔ چنانچہ مولانا سید عبدالحی حسنی لکھنوی ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء المتوفی ۱۳۴۱ھ نے آٹھ ضخیم جلدوں میں عربی زبان کے اندر یہاں کے علماء کا ایک مبسوط تذکرہ لکھا ہے، جس کا نام ہے، "نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر" یہ کتاب آٹھ جلدوں میں دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں ساڑھے چار ہزار سے زائد مشترکہ ہندوستان کے اعیان و علماء کا تذکرہ ہے جو اُردو، فارسی، عربی کی تین سو قلمی اور مطبوعہ کتابوں کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے اور یہ صرف ایک فردِ واحد کی تنہا کوشش ہے جس میں ظاہر ہے کہ اضافہ کی بڑی گنجائش ہے۔ لیکن اس پر اضافہ کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں بلکہ اس کے لیے بڑے گہرے مطالعے اور وسیع معلومات کی ضرورت ہے۔ مصنف مرحوم کے صاحبزادے جناب ڈاکٹر عبدالعلی صاحب نے جو نہایت متقی عالم تھے اور علم حدیث میں حافظ عصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ اس کتاب کا جو قیمتی پیش لفظ الھند و مکانتھا فی تاریخ الاسلام کے عنوان سے لکھا ہے اس میں فاتحین و غزاہ، داعیانِ حق، مُصلحین امت، اہلِ ورع و زہد، خادمانِ دین، صاحب دلانِ قوی تاثیر، علماءِ راسخین محدثینِ کرام، اربابِ معارف و اسرار، صاحبانِ توحیدِ وجودی محققین لُغت و عربیت، ماہرانِ

فنون حکمیہ وعلوم عقلیہ ، عالمان ریاضی وہیئت ونجوم ، مدرسین واہل افادہ ، حاملان غیرتِ دینی ، قوی الحافظ ، وسیع الاطلاع ، سرعت تالیف وکثرتِ تصنیفات میں ممتاز ، مؤرخین ، نکتہ سنجانِ بلاغت ، عربی ، فارسی ، اردو کے نامی گرامی شعراء ، بادشاہانِ دیندار ، امراء نیک کردار ، اہل فضل ۔ ان میں سے ہر عنوان کے تحت اس شعبہ کے سربرآوردہ افراد کو نام بنام گنایا گیا ہے ۔

اور یہاں کی تصنیفات کی تفصیلی حالات میں انھیں مولانا عبدالحی صاحب کی ایک دوسری قیمتی کتاب ہے جس کا اصل نام ہے "معارف العوارف فی انواع العلوم والمعارف" آٹھ سال کے قریب ہونے آئے کہ دمشق سے المجمع العلمی العربی نے اس کتاب کو "الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند" کے نام سے طبع کر دیا ہے ۔ مصنف نے اس کتاب کے مقدمہ میں اولاً یہاں کے نظام درس کی عہد بعہد تاریخ لکھی ہے ، پھر فنون ادبیہ ، نحو ، صرف ، اشتقاق ، لغت ، عروض ، قافیہ ، انشاء ، شعر ، تاریخ اور جغرافیہ کے سلسلے میں جتنی تصنیفات یہاں ہوئی ہیں ان کو نام بنام گنایا گیا ہے ۔ پھر دینی و شرعی علوم فقہ ، اصول فقہ ، حدیث ، تفسیر ، تصوف اور کلام کی تاریخ لکھ کر ان کی تصنیفات کا ذکر کیا ہے ۔ پھر فنون عقلیہ ، آداب البحث ، منطق ، طبیعات ، الہیات ، حکمت عملیہ ، ریاضی اور طب کی تصنیفات کا بیان اور ان کی تاریخ لکھی ۔ اخیر میں شعر وشعراء کی تاریخ اور ان کی تصنیفات کا بیان ہے ۔

یہاں کے مدارس کی تاریخ پر اردو زبان میں مولانا ابوالحسنات ندوی مرحوم کی ایک نہایت عمدہ کتاب عرصہ ہوا کہ دارالمصنفین اعظم گڑھ سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے ۔ اس کتاب کا نام ہے "ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں" ۔ اس کتاب میں مصنف مرحوم نے غزنوی دور سے لے کر مغلوں کے عہد تک کے ان تمام مشہور مدارس کا ذکر کر دیا ہے جن کی ان کو اطلاع ہو سکی ۔

اور یہاں کے نظام تعلیم وتربیت پر مولانا مناظر احسن گیلانی نے دو ضخیم جلدوں میں نہایت ہی نفیس کتاب سپرد قلم کی ہے جو ندوۃ المصنفین سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے ۔ یہ کتاب اس سلسلے میں نہایت ہی نادر معلومات کا گنجینہ ہے اور اس میں بہت سے ان

تاریخی حقائق کا انکشاف ہے کی جن کی طرف اب تک ہمارے مؤرخین نے توجہ نہ دی تھی۔

تفسیر و اصولِ تفسیر

اس مختصر مقالے میں برصغیر کے علمی کارناموں کے متعلق بجز اس کے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ ان نہایت اہم علمی خدمات کی طرف ایک سرسری سا اشارہ کردیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے علومِ دینیہ کو لیتے ہیں۔ علم التفسیر میں یہاں اگرچہ بڑا کام ہوا، شیخ نعمت اللہ بن عطاء اللہ نارنولی المتوفی سنہ ۱۰۷ھ اور مولانا جعفر بن جعفر گجراتی نے تفسیر جلالین کے طرز پر اور سید محمد گیسو دراز نے کشاف کے نہج پر تفسیریں لکھیں، لیکن خاص طور پر قابلِ ذکر یہ چار تفسیریں ہیں:-

۱۔ البحر المواج از قاضی شہاب الدین دولت آبادی

یہ تفسیر فارسی زبان میں چار ضخیم جلدوں میں ہے۔ اس کی پہلی جلد مطبع نول کشور لکھنؤ میں طبع ہوچکی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور میں موجود ہے۔ یہ بڑی جامع تفسیر ہے جس میں تراکیبِ نحویہ اور وجوہ فصل و وصل وغیرہ کے بیان پر خصوصی اعتناء کیا گیا ہے۔ شیخ منور بن عبدالمجید لاہوری نے قاضی صاحب کے اس کارنامے کو عربی میں بھی منتقل کردیا ہے۔

۲۔ تبصیر المنان و تیسیر المنان فی تفسیر القرآن از مخدوم علی مہائمی (المتوفی سنہ ۸۳۵ھ)

یہ حُسنِ انشاء، ابرازِ لطائف اور ربطِ آیات کے بیان میں یکتا کتاب ہے۔ مصر سے دو جلدوں میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔

۳۔ تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی

یہ تفسیر ندوۃ المصنفین دہلی سے دس جلدوں میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔ نکاتِ تصوف اور فقہی مباحث جس جامعیت کے ساتھ اس کتاب میں ہیں اور تفسیروں میں نہیں پائے جاتے۔

۴۔ تفسیر فتح العزیز از شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی

یہ تفسیر اگرچہ مکمل نہیں بلکہ شروع میں صرف سورہ بقرہ کی آیت وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ پر ختم ہو جاتی ہے اور اخیر میں صرف دو پاروں کی تفسیر ہے مگر حسن بیان اور نکاتِ تفسیری کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے۔

یہ چاروں تفسیریں اپنے اپنے اعتبار سے اس قدر اہم اور مفید ہیں کہ عالم اسلام کی بہترین تفاسیر کے مقابلہ میں ان کو رکھا جاسکتا ہے۔

اُصولِ تفسیر میں شاہ ولی اللہ صاحب کی "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" کے مقابلہ میں عالم اسلام کے تمام تصنیفی ذخیرہ میں سے کوئی کتاب نہیں پیش کی جاسکتی۔ الفوز الکبیر کا عربی میں بھی ترجمہ ہوگیا ہے جو نہایت متداول ہے۔

قاضی بیضاوی کی تفسیر پر اگرچہ یہاں کے متعدد اہلِ علم نے حواشی لکھے ہیں لیکن ان سب میں اہم ملا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کا حاشیہ ہے جو نہایت مقبول و متداول ہے اور زیورِ طباعت سے آراستہ ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید کا انڈیکس بھی نجوم الفرقان کے نام سے سب سے پہلے ہندوستان ہی میں مرتب ہوا ہے جو عالمگیر کے بیٹے شہزادہ اعظم کی فرمائش پر تیار کیا گیا ہے۔ یہ انڈیکس بہت عرصہ ہوا کہ مدارس میں اور اس سے پہلے غالباً دہلی یا لکھنؤ کے کسی مطبع میں طبع ہو چکا ہے۔ ہم نے اس کا نسخہ مدرسہ مظاہرالعلوم کے کتب خانہ میں دیکھا تھا۔

حدیث واصول حدیث

علمِ حدیث کا مشہور متن مشارق الانوار جس پر عرب وعجم کے بہت سے علماء نے شرحیں لکھی ہیں۔ وہ امام حسن صغانی لاہوری (المتوفی ۶۵۰ھ) کی تصنیف ہے۔ واضح رہے کہ یہ کتاب ایک زمانہ تک داخل درس رہی ہے اور لوگ یوں سمجھا کرتے تھے کہ جس نے مشارق الانوار امام صغانی اور مصابیح السنۃ امام بغوی پر عبور کرلیا وہ محدث بن گیا۔

دوسرا کارنامہ علامہ متقی المتوفی ۹۷۵ھ کی مشہور کتاب "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال" ہے جس کو علم حدیث کا دائرۃ المعارف خیال کیا جاتا ہے۔ اس کتاب میں

شیخ موصوف نے امام سیوطی کی جامع صغیر، زوائد جامع صغیر اور جمع الجوامع کی تمام احادیث کو جو حروف تہجی پر مرتب تھیں - ابواب فقہیہ پر مرتب کردیا ہے - جمع الجوامع کے بارے میں امام سیوطیؒ کا دعویٰ تھا کہ انھوں نے اس کتاب میں تمام احادیث نبویہ کا احاطہ کردیا ہے۔ کنز العمال کے متعلق شیخ ابوالحسن بکری شافعی کا مقولہ ہے :

للسیوطی منة علی العالمین وللمتقی منة علیہ

امام سیوطی کا احسان تو سارے عالم پر ہے اور متقی کا احسان خود سیوطی پر ہے -

کنز العمال عرصہ ہوا کہ بڑی تقطیع کی آٹھ ضخیم جلدوں میں جو نہایت باریک ٹائپ میں ہیں حیدر آباد دکن سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے اور اب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو رہا ہے۔ شیخ علی متقی نے کنز العمال کا منتخب بھی تیار کیا تھا جو چھ جلدوں میں مسند امام احمد کے حاشیہ پر طبع ہوکر شائع ہوچکا ہے۔

اسی دَور کے ایک اور نامور محدث جو شیخ علی متقی ہی کے ساختہ و پرداختہ ہیں ، محدث محمد طاہر پٹنی حنفی المتوفی ۹۸۶ھ ہیں جن کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں :-

"در علم حدیث توالیف جمع کرد ، ازان جملہ کتابے است متکفل شرح صحاح ستہ مسمی بمجمع البحار ، ورسالہ دیگر مختصر مسمی بمغنی در تصحیح اسماء رجال کردہ بے تعرض بہ بیان احوال بغایت مختصر و مفید"

سچ یہ ہے کہ سارے اسلامی لٹریچر میں شرح غریب الحدیث پر مجمع البحار سے زیادہ جامع کتاب اس وقت نہیں مل سکتی - محدث پٹنی کی ایک اور اہم کتاب تذکرة الموضوعات اور اس کا ذیل "قانون الموضوعات والضعفاء" جن کا موضوع ان کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ احادیثِ موضوعہ کے بیان میں ہیں، عرصہ ہوا مصر سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہیں۔ محدث پٹنی کی تذکرة الموضوعات اس موضوع پر ملا علی قاری اور قاضی شوکانی کی کتابوں سے زیادہ مفید اور زیادہ مفصل ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کی اولاد و احفاد نے

اس ملک میں علم حدیث کی درسًا و تصنیفًا جو خدمت کی ہے اس کا تو اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۰۰ھ میں جب حجاز مقدس سے علم حدیث کی تکمیل کرکے دلی آئے تو ان کی ذات بابرکات سے اس برصغیر میں علم حدیث کی بڑی اشاعت ہوئی۔ شیخ ممدوح کی وفات ۱۰۵۲ھ میں ہوئی ہے اور انھوں باون برس کی یہ طویل مدت یہاں علم حدیث کی تصنیف و تدریس اور اس کی نشر و اشاعت ہی میں گزاری ہے۔ ہندوستان کے تمام نامور علمی خانوادوں کا سلسلۂ تلمذ علم حدیث میں شیخ تک منتہی ہوتا ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ کا سلسلۂ سند بواسطہ شیخ ابوطاہر کردی عن الشیخ عبداللہ اللاہوری عن عبداللہ اللبیب عن ابیہ ملا عبدالحکیم السیالکوٹی آپ تک پہنچتا ہے۔ اور ملا نظام الدین سہالوی بانی درس نظامیہ جن سے علماء فرنگی محل کا سلسلہ چلتا ہے صرف دو واسطوں سے علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ کیونکہ انھوں نے حدیث شاہ پیر محمد لکھنوی المتوفی ۱۰۸۰ھ سے پڑھی ہے اور شاہ پیر محمد نے شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق سے جو اپنے والد کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جو مشکوٰۃ کی تمام شرحوں میں نہایت عمدہ شرح ہے اب زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہی ہے اب تک اس کی چار جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ بعد کے تمام شارحین حدیث نے ان کی اس کتاب سے اپنی تالیفات میں استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح شیخ کی دوسری کتاب شرح سفرالسعادت اپنے موضوع پر وہ بہترین کتاب ہے کہ جس کی نظیر سارے متداول اسلامی لٹریچر میں بجز ابن القیم کی زادالمعاد کے پیش نہیں کی جاسکتی۔ سیرت پر شیخ کی مشہور تصنیف مدارج النبوۃ کے بارے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے عجالۂ نافعہ میں لکھا ہے کہ

"مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی و سیرت شامیہ و مواہب لدنیہ مبسوط ترین سیر تنہا اند"

اور شیخ کی مشکوٰۃ کی فارسی شرح اشعۃ اللمعات سے تو ہر خاص و عام نے فائدہ اٹھایا ہے نواب صدیق حسن خان نے اتحاف النبلاء میں شیخ کی اس شرح کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے :-

> "درسہولت تناول، وشرحِ غریب وضبطِ مشکل وذکرِ مسائل
> فقہِ حنفی بے نظیر است ومزید شہرت وقبولِ وے مستغنی از بیان
> است۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خاندان میں علمِ حدیث کی خدمت کا سلسلہ دوسو سال تک برابر جاری رہا۔ اوران کے خاندان میں بہت سے شارحین و مدرسین علم حدیث پیدا ہوگئے، جیسے شیخ نورالحق شارح صحیح بخاری جو خود ان کے فرزند ارجمند ہیں اور شیخ نورالحق کے پوتے شیخ سیف اللہ بن نورالدین نورالحق صاحب اشرف الوسائل فی شرح الشمائل اوران ہی کے دُوسرے پوتے شیخ محب اللہ بن نوراللہ شارح صحیح مسلم اور محب اللہ کے فرزندِ اکبر شیخ فخرالدین شارح حصن حصین اور شیخ فخرالدین کے صاحبزادے محمد شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری اور شیخ الاسلام کے صاحبزادے سلام اللہ محدث رام پوری جنھوں نے مؤطا امام مالک کی دو ضخیم جلدوں میں نہایت عمدہ شرح لکھی ہے جو "المحلی بحلی اسرار الموطا" سے موسوم ہے۔ یہ شرح شاہ ولی اللہ صاحب کی مسوی اور مصفی دونوں شرحوں سے زیادہ جامع ہے۔ خاکسار کے پاس اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ فاضل لکھنوی مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی مشہور شرح التعلیق الممجد علی موطأ الامام محمد کا سب سے بڑا مأخذ یہی محلی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ مؤطا کی ان تمام شروح میں جو متأخرین کے قلم سے نکلی ہیں سوائے محدث عبدالباقی زرقانی مالکی کی شرح کے اور کوئی شرح جامعیت اور وسعیت معلومات کے لحاظ سے اس شرح کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خاندان کے علاوہ دوسرا خاندان جس نے سب سے زیادہ اس برصغیر میں علم حدیث کے فروغ و ترویج میں حصہ لیا وہ شاہ ولی اللہ کا خاندان ہے جس کا اعتراف نواب صدیق حسن خان نے اتحاف النبلاء میں حضرت شاہ عبدالعزیز کے تذکرہ میں ان الفاظ میں کیا ہے :-

> "خاندانِ ایشان خاندانِ علومِ حدیث وفقہ حنفی است۔ خدمت
> این علم شریف چنانکہ ازیں اہلِ بیت بوجود آمدہ در این کشور از خانمان

دیگر معلوم نیست "

شاہ ولی اللہ صاحب نے ۱۱۴۴ھ میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد کامل ایک سال تک حرمین شریفین میں علم حدیث کی تحصیل کی اور ۱۱۴۵ھ میں دلّی واپس ہوئے۔ یہاں آکر انھوں نے اور ان کے بعد ان کی اولاد امجاد نے اس کی اشاعت میں ایسی سرگرمی دکھائی کہ آج کلکتہ سے لے کر پشاور تک ہند و پاک کے جس مدرسہ میں بھی قال الرسول کی صدا بلند ہے اس کا سلسلۂ اسناد بالعموم حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہی پر منتہی ہوتا ہے۔ حدیث میں شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف میں مصفی ومسوی کے علاوہ جو انھوں نے فارسی وعربی میں مؤطا امام مالکؒ کی دو شرحیں لکھی ہیں۔ ان کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء ایسی مفید اور قیمتی کتابیں ہیں کہ تمام عالم اسلام میں ان کی نظیر نہیں مل سکتی۔ شاہ ولی اللہ صاحب مصالح واسرار شریعت کے امام ہیں اور ان کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی و رازی کے کارنامے ماند۔ احادیث کے معانی وتوجیہات میں ان کا مقام خطابی، بغوی اور نووی کے دوش بدوش ہے۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں فرماتے ہیں :-

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ طریقۂ جدیدہ بیان نمودہ اند، در تحقیق اسرارِ معرفت وغوامض علوم طرز خاص دارند، باین ہمہ علوم وکمالات از علماء ربانی اند، مثل ایشان در محققان صوفیہ کہ جامع اند، در علم ظاہر وباطن وعلم نو بیان کردہ اند چند کس گزشتہ باشند "
(کلمات طیبات صفحہ ۸۴ مجتبائی دہلی)

علم حدیث میں محدثینِ سندھ کی جو خدمات ہیں وہ بھی عالم آشکارا ہیں۔ محدث محمد عابد سندھی کی المواہب اللطیفہ شرح مسند الامام ابی حنیفہ ایسی بہترین شرح ہے کہ فتح الباری کا مقابلہ کرتی ہے۔ شیخ ابوالحسن کبیر سندھی کو یہ فخر حاصل ہے کہ انھوں نے صحاح ستہ کی ہر کتاب پر ایک مستقل حاشیہ لکھا ہے اور مسند احمد جیسی ضخیم کتاب پر ان کا حاشیہ اس کے علاوہ ہے۔ صحیح بخاری، سنن نسائی، وسنن ابن ماجہ پر ان کی شروح حواشی مصر میں بار بار طبع ہو چکے ہیں اور صحیح مسلم کا حاشیہ ہندوستان میں مکرر طبع ہو چکا ہے۔ صحاح ستّہ پر

حافظ سیوطی نے بھی تعلیقات لکھی ہیں اور ابوالحسن سندھی نے بھی۔ دونوں کا موازنہ کرکے دیکھ لیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ سیوطی کے یہاں غرر نقول موجود ہیں اور علامہ سندھی نے بھی خود ان کی شروح سے استفادہ کیا ہے۔ لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جہاں نقل سے نہیں بلکہ عقل سے کام چلتا ہے اور فہم مراد اور توضیح مطلب کی باری آتی ہے وہاں کس کا پلہ بھاری ہے۔ سیوطی کو بہت سے علوم میں اجتہاد کا دعویٰ ہے لیکن جن لوگوں نے علامہ سندھی کی ان شروح کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ متعدد مقامات میں سیوطی نے اپنی معلومات کی روشنی میں حدیث کی کسی خاص توجیہ کی صحت سے انکار کیا ہے اور علامہ سندھی نے اسی علم کی روشنی میں اس توجیہ کی صحت بدلائل ثابت کردی ہے۔ کاش علامہ سندھی کی یہ ساری شروح و تعلیقات چھپ کر منظر عام پر آجائیں۔

اُصول حدیث

اُصول حدیث میں علامہ سید مرتضی بلگرامی کا متن "بلغۃ الغریب فی مصطلح آثار الحبیب" عرصہ ہوا کہ مصر سے طبع ہوکر شائع ہو چکا ہے۔ حال میں فاضل لکھنوی کی "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" اور "الاجوبۃ الفاضلۃ للاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ" بھی شام سے طباعت کی بہترین خوبیوں کو لیے ہوئے نہایت عمدہ کاغذ پر طبع ہوکر آگئی ہیں۔ ان دونوں کتابوں کو ہمارے فاضل دوست محمد عبدالفتاح ابوغدہ نے جو دمشق کی یونیورسٹی میں علوم حدیث کے استاذ ہیں اپنی قیمتی تعلیقات و حواشی سے مزین فرمایا ہے اور متعدد مقامات پر اپنے حواشی میں اس خاکسار کی تحقیقات کو جگہ دی ہے۔ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر کی جو شرح لکھی ہے اس سے محدث حرم ملا علی قاری نے اپنی شرح نخبہ میں بڑا استفادہ کیا ہے۔ علماء سندھ میں ملا اکرم سندھی کی امعان النظر اور شیخ ابوالحسن صغیر کی بہجۃ النظر شرح نخبہ کی بہترین شرحیں ہیں۔ آخر الذکر کتاب عرصہ ہوا لاہور میں طبع ہوئی تھی۔

فقہ و اُصول فقہ

فقہ اور اُصولِ فقہ غیر منقسم ہندوستان کے خاص علوم ہیں اور جتنی اس فن پر یہاں کے علماء کی تصنیفات ہیں اور فنون میں نہیں ہیں۔ اس فن پر یہاں کی بہت سی تصانیف کا

ذکر صاحب کشف الظنون نے کیا ہے۔فتاوی، شروح اور حواشی کا ایک انبار ہے جو یہاں کے اہلِ قلم کا مرہون منت ہے۔ ہدایہ، شرح وقایہ، قدوری، کنز الدقائق، درمختار، ان میں سے ہر کتاب پر متعدد شروح و حواشی لکھے گئے ہیں۔ فتاوی عالمگیری کو جو شہرت عام نصیب ہوئی سب کو معلوم ہے۔جب سے یہ کتابیں مدون ہوئیں تمام عرب و عجم کے علماء ان سے مستفید ہو رہے ہیں۔تاتارخانیہ کے حوالہ جات بحرالرائق میں بکثرت ملتے ہیں۔فتاوی حمادیہ بہت زمانہ ہوا جب کلکتہ میں طبع ہوا تھا۔یہ نہایت جامع فتاوی ہے۔فتاوی غیاثیہ جو سلطان غیاث الدین بلبن کے نام سے معنون ہے عرصہ ہوا کہ مصر سے طبع ہوچکا ہے۔فتاوی ابراہیم شاہیہ کے لیے صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ

کتاب کبیر من افخر الکتب کقاضی خان "

گویا ان کی نظر میں یہ فتاوی اپنی افادیت کے اعتبار سے فتاوی قاضی خان کا مماثل ہے۔

اصول فقہ میں اصولِ بزدوی، منتخب حسامی، منار الاصول نسفی، توضیح، تلویح، تحریر الاصول، اصول شاشی وغیرہ پر بیسیوں شروح و حواشی لکھے گئے جن میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ جو توضیح تلویح پر ہے، مصر، استنبول اور ہندوستان میں بار بار طبع ہوچکا ہے۔اور کون نہیں جانتا کہ منار کی جیسی عمدہ شرح نورالانوار ہے اور جو مقبولیت اس کتاب کو نصیب ہوئی ہے وہ منار کی کسی اور شرح کو نہ ہوسکی۔

اصول فقہ میں ملا محب اللہ بہاری کی مسلم الثبوت کا متن ابن حاجب کی مختصر، ابن ہمام کی تحریر الاصول اور قاضی بیضاوی کی منہاج الاصول سے چشمک زنی کرتا ہے۔

تصوف و سلوک تو یہاں کا خاص حصہ ہے۔ اس موضوع پر یہاں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے بارے میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی تصریح ابھی آپ کی نظر سے گزری۔جس سرزمین سے مجدد الف ثانی کا ظہور ہوا ہو ظاہر ہے کہ بیان حقائق میں اس کا کیا درجہ ہونا چاہیے۔

قدیم کتابوں میں شیخ علی ہجویری علیہ الرحمۃ کی کشف المحجوب تصوف کی نہایت اہم کتاب ہے،

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے ایک عالم نے فیض اٹھایا ہے اور متاخرین کے سب سے بڑے مفسر علامہ العراق محمود آلوسی کی روح المعانی میں جا بجا اس کے حوالے موجود ہیں۔ مکتوبات شریف کا ان کی اہمیت کے پیش نظر عربی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے جو مدت ہوئی کہ مصر میں طبع ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے۔ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبقات اس موضوع پر اپنی نظیر آپ ہے۔ بزرگوں کے ملفوظات اور مکتوبات کا ایک بے پایاں سلسلہ ہے جو تصوف و سلوک کے بیان پر مشتمل ہے۔ ان کے علاوہ حقائق و معارف، ادعیہ و اذکار پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں فصوص الحکم، ابن عربی۔ عوارف المعارف، شیخ شہاب الدین سہروردی۔ رسالہ مکیہ، شیخ قطب الدین دمشقی۔ آداب المریدین، شیخ ضیاء الدین سہروردی۔ رسالہ قشیریہ۔ لمعات، عراقی۔ نزہتہ الارواح، میر حسین غزنوی۔ لوائح، جامی۔ جام جہاں نما۔ مرآۃ الحقائق۔ رسالہ تسویہ، شیخ محب اللہ الہ آبادی۔ مثنوی مولانا رومی۔ حدیقہ حکیم ثنائی۔ فتوح الغیب شیخ جیلانی وغیرہ بہت سی کتابوں پر یہاں کے علماء نے بیسیوں شروح و حواشی سپرد قلم کیے ہیں۔ اور علامہ سید مرتضی بلگرامی کی اتحاف السادۃ المتقین لشرح احیاء العلوم الدین تو اس فن کی وہ کتاب ہے کہ تمام عالم اسلام میں ایسی جامع اور مفصل کتاب آج تک اس موضوع پر نہیں لکھی گئی۔ یہ کتاب دس ضخیم جلدوں میں مصر سے طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے۔

عقائد و کلام میں اس فن کی تمام بنیادی کتابوں پر جیسے کہ فقہ اکبر، قصیدہ بدء الامالی، عقائد نسفیہ، شرح تجرید اصفہانی، شرح عقائد عضدیہ دوانی، شرح عقائد نسفیہ تفتازانی، تہذیب الکلام، حاشیہ خیالی علی شرح العقائد، شرح مقاصد، شرح صحائف، شرح مواقف وغیرہ ہیں، یہاں کے علماء نے بڑی مفید اور محققانہ شرحیں لکھی ہیں، جن میں النبراس، شرح شرح عقائد نسفیہ مولانا عبدالعزیز فرہاروی کی لاجواب کتاب ہے اور ملا عبدالحلیم سیالکوٹی کا حاشیہ بر شرح عقائد خیالی مصر و قسطنطنیہ تک سے طبع ہو چکا ہے۔

رد نصاریٰ و ہنود اور دیگر فرق باطلہ کی تردید میں یہاں کے علماء نے بڑی شاندار

قدمات انجام دی ہیں - پادری فنڈر کو جو دنیائے نصرانیت کا سب سے بڑا مناظر تھا شکست بھی یہیں کے مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے دی تھی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحفۂ اثناعشریہ کا اس کی افادیت کے پیش نظر علامہ آلوسی نے اختصار کیاہے اور وہ مصر سے طبع ہوکر شائع ہوچکاہے۔

عُلوم ادبیہ میں نحو کے اندر قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی شرح ہندی کا غلغلہ عرصہ تک عالمِ اسلامی میں بلند رہا ہے۔ یہ کافیہ ابن حاجب پر قاضی صاحب موصوف کی شرح ہے اور ملاجامی نے اسی کتاب کو سامنے رکھ کر اپنی شرح فوائد ضیائیہ لکھی ہے۔ شرح ہندی پر بڑے بڑے اہلِ فن نے طبع آزمائی کی ہے۔ چنانچہ علامہ توقانی، گازرونی، غیاث الدین منصور شیرازی وغیرہ علماءِ ایران نے اس پر حاشیے لکھے ہیں۔

علمِ صرف پر یہاں بعض ایسی مفید کتابیں لکھی گئی ہیں کہ گویا اس فن کی جان ہیں جیسے سراج الدین عثمان اودھی کی میزان الصرف اور شیخ حمزہ بدایونی کی منشعب فی الصرف الصغیر اور شیخ علی اکبر کی فصولِ اکبری فارسی میں اور اصولِ اکبری عربی میں اور ہدایت الصرف بحرالعلوم کی ہفتی عنایت احمد صاحب کی علم الصیغہ کہ اپنی عہد تصنیف سے لے کر آج تک طلبہ میں متداول اور داخلِ درس ہیں۔

علم الاشتقاق میں اس فن کی سب سے بہترین کتاب مولوی کرامت حسین کنتوری کی فقہ اللسان ہے جو تین جلدوں میں مطبع نول کشور سے طبع ہوکر شائع ہوئی ہے یہ کتاب غالباً تمام عالمِ اسلامی کی بہترین اور منفرد کتاب ہے۔ علمِ لغت کی صحیح اور جامع ترین کتابوں میں صحاح جوہری اور محکم ابن سیدہ کے بعد العباب الزاخرہی کا شمار ہے جو امام رضی الدین حسن صاغانی لاہوری (المتوفی ۶۵۰ھ) کی تصنیف ہے۔ لغت عربی کی مشہورترین کتاب القاموس المحیط کا سارا سرمایہ محکم ابن سیدہ اور العباب الزاخرہی کا مرہونِ منت ہے اور علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی کی تاج العروس شرح قاموس کا جواب دنیائے عرب پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ کتاب باریک ٹائپ کی دس ضخیم جلدوں میں مصر سے مکرر طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔

علم بدیع میں میر غلام علی آزاد بلگرامی نے وہ وہ جولانیاں دکھلائی ہیں کہ یوں کہنا چاہیے نئے سرے سے فن کو ایجاد کیا ہے، چنانچہ فن بدیع کی ستائیس ایسی نئی انواع ہیں، جن کا علامہ بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں اضافہ کیا ہے۔

عروض وقافیہ میں ملا سعد اللہ مرآد آبادی کی کتاب میزان الافکار شرح معیار الاشعار اس فن کی بڑی جامع کتاب ہے۔

شعر وادب میں مقامات حریری، دیوان متنبی، دیوان حماسہ، سبعہ معلقہ قصیدہ بانت سعاد، قصیدہ بردہ وغیرہ کی متعدد ومفید شرحیں لکھی گئیں۔ قصیدہ بانت سعاد کی ایک شرح قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے بھی مصدق الفضل کے نام سے لکھی جو واقعی ان کے فضل کی تصدیق کرتی ہے۔ کیونکہ اس شرح میں انھوں نے ہر شعر پر صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، عروض، قوافی سب سے تفصیلی بحث کی ہے۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔

اب ہم اسی قدر اشارات پر اکتفا کرتے ہیں۔ ورنہ اگر علماء ہند وپاک کی ان تمام خدمات کا سرسری جائزہ بھی لیا جائے کہ جو انھوں نے تاریخ طبقات، سیر اور علوم فلسفہ وریاضی کے سلسلہ میں انجام دی ہیں تو مضمون بڑا طویل ہوجائے گا۔ ہاں اخیر میں یہ عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ علوم وفنون کے جیسے دو دائرۃ المعارف (انسائکلوپیڈیا) آج سے دو صدی قبل یہاں مرتب ہوئے ہیں تمام عالم اسلامی میں نہ ہوسکے :۔ ایک علامہ محمد اعلیٰ تھانوی کی کتاب کشاف اصطلاحات الفنون جو چار ضخیم جلدوں میں ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے چھپ کر شائع ہوئی اور اب دوبارہ مصر میں چھپ رہی ہے۔ اور دوسری علامہ عبد النبی احمد نگری کی دستور العلماء جو مع ضمیمہ کے چار جلدوں میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔